Tauseeq, Volume. 1, Issue. 1
ISSN (P) 2790-9271 (E) 2790-928X
DOI: https://doi.org/10.37605/tauseeq.v1i1.3
Received: 28-02-2020
Accepted: 02-03-2020
Published: 30-06-2020

اختر الایمان کی شاعری میں کہانی کا تفاعل

(The interaction of story in the poetry of Akhtar ul Iman)

سعدیہ کنول*
ڈاکٹر عابد حسین سیال*
جبران منظور*

Abstract:

The practice of storytelling through poetry is not something new. It is rather an ancient practice that has evolved through the ages. Plenty of poetic stories have been verbally passed from one generation to the next, as a tradition. This propagation of literature usually requires the aid of narrative terms. These terms are used, not only for novels and stories, but for poetic narratives as well. Epic and historical stories have been found to be rich in the poetic narrative. Akhtar ul Iman is one of the most important poets of the 20th century who harnessed the potential of storytelling narratives to add a special touch to his work. This paper will highlight the interaction of narratives exhibited in his poetry. Akhtar ul Iman was a unique poet. His poems "Passenger at Daasna Station," "Heartless," "Trust," "Mute Woman," etc., demonstrate a storytelling narrative

Key words: Narrative, Narrative poetry, interaction. Epics, stories, practice of storytelling.

نظم کے لیے ہم عام طور پر جدید نظم کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔ جدید نظم میں ہیئت کی پابندی نہیں کی جاتی۔ جدید اردو نظم میں مثنوی کی ہیئت میں بہت سی نظمیں لکھی گئی ہیں جس میں اقبال کی نظم "ساقی نامہ" اہم ہے۔ یہ نظمیں مسدس اور مخمس مختلف بندوں کی صورت میں لکھی جاتی ہیں۔ جدید نظموں میں آزاد، پابند، معریٰ اور نثری نظمیں وغیرہ شامل ہیں۔ نثری نظم کا شمار بطور نظم ہی لیا جاتا ہے۔ نظم میں کہانی کی روایت قدیم زمانوں سے ملتی ہے۔ اس کا آغاز ہمیں اس وقت بھی ملتا ہے جب لکھنے کے لیے قلم اور دوات کی ایجاد بھی نہیں ہوئی تھی۔ یہ نظمیہ کہانیاں ہم تک سینہ بہ سینہ منتقل ہوئیں۔ عام طور پر یہ نظمیں تاریخی اور اہم واقعات کا منبع ہوتی ہیں بالکل اسی طرح جس طرح آج کے دور میں ٹیلی ویژن

*پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ اردو، نمل اسلام آباد
*ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اردو، نمل، اسلام آباد
*پی ایچ ڈی اسکالر، شعبۂ اردو، نمل اسلام آباد

اور ریڈیو ہوا کرتا تھا۔ یہ نظمیں سینہ بہ سینہ سفر کرتی رہیں، لوگ انھیں گا کر دوسروں کے سامنے پیش کرتے تھے۔ اس طرح شعری بیانیہ کی تخلیق ہوئی۔ بیانیہ کی اصطلاح کے حوالے سے گوپی چند نارنگ اپنی کتاب "فکشن شعریات" کے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

"بیانیہ بطور اصطلاح سے مراد ہے Narrative یعنی قصہ کہانی کی وہ تخلیقی تشکیل جو افسانوی ادب کی جملہ اصناف کو محیط ہے مثلاً قصہ کہانی کی پرانی روایتیں، کتھائیں، تمثیل، حکایت، داستان، نیز جدید اصناف ناول، افسانہ، ڈرامہ وغیرہ۔ ہر چند کہ بیانیہ بمعنی Narrative کا اطلاق اب بالعموم فکشن کی نثری اصناف پر ہوتا ہے لیکن شعری بیانیہ بھی شامل ہے۔"(1)

بیانیہ کا لفظ اردو میں قصہ کہانی کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے اب وہ کہانی چاہے افسانے میں ہو یا ناول یا کسی شعر یا نظم میں۔ بیانیہ ہوتا کیا ہے؟ اس کی تعریف "ThoughtCo" میں یوں بیان کی گئی ہے:

"Narrative poetry tells us stories through verse. Like a novel or a short story, a narrative poem has plot, character and setting. Using a range of poetic techniques such as rhyme and meter, narrative poetry presents a series of events, often including action and dialogue. In most cases, narrativepoems have only one speaker, the narrator, who relates the entire story from beginning to end."(2)

نظمیہ کہانیاں جب اشعار میں ملتی ہیں تو ہم کہہ سکتے ہیں نظم میں کہانی شاعری کی وہ قسم ہے جو ہمیں کہانیاں سناتی ہے۔ شعری بیانیہ کو دیکھنے کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ نظم میں کہانی اور افسانہ میں پائی جانے والی کہانی میں کون سے اشتراکات اور اختلافات پائے جاتے ہیں؟ مختصر کہانیوں میں کردار، ترتیب، تجسس اور واضح ابتدائی، وسطیہ اور اختتام پایا جاتا ہے اور یہی اجزاء ہمیں شعری بیانیہ یا نظمیہ کہانی میں ملتے ہیں۔ اکثر اوقات ان کہانیوں میں صرف ایک کردار ملتا ہے اور کبھی ایک سے زیادہ کردار۔ کہانی کی ترتیب میں عام طور پر کوئی نہ کوئی تنازعہ ملتا ہے، وہ کبھی اندرونی مسئلہ ہوتا ہے اور کبھی بیرونی۔ بیانیہ نظموں کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ لیتے وقت چند سوالات ہمارے ذہن میں اٹھتے ہیں:

۱۔ اس نظم میں کون کون سے کردار پائے جاتے ہیں؟

۲۔ اس نظم میں کردار کیا کر رہے ہیں اور اصل مدعا کیا ہے؟

۳۔ کون سے واقعات اس نظم میں وقوع پذیر ہو رہے ہیں؟

۴۔ اور ہمیں اس نظم سے کیا اخلاقی سبق ملتا ہے؟

نظم میں بیانیہ کہانی کا عنصر موجود ہوتا ہے۔ یہ بیانیہ نظمیں عام طور پر میوزک کے ساتھ گائی جاتی ہیں۔ ڈاکٹر وزیر آغا جدید نظم کے بارے میں لکھتے ہیں:

"بہ حیثیت مجموعی یہ کہا جا سکتا ہے کہ نظم ایک کہانی بیان کرتی ہے۔ کبھی یہ کہانی، آپ بیتی کا روپ دھارتی ہے اور کبھی جگ بیتی کا۔ قدیم اردو نظم نے زیادہ تر جگ بیتی کی صورت اختیار کی ہے اور اسی لیے اس میں شاعر کی اپنی ذات پوری طرح منعکس نہیں ہوتی۔ لیکن جدید نظم آپ بیتی کے اظہار کی طرف مائل ہے اور اسی لیے اس میں ایک انوکھی قوت اور انفرادیت نظر آتی ہے۔"(3)

بیانیہ کا اطلاق عموماً فکشن کی نثری اصناف پر ہوتا ہے لیکن بیانیہ میں شعری بیانیہ بھی شامل ہوتا ہے، مثلاً یونانی ادب، منظوم ڈرامہ اور فارسی میں مثنوی کی روایت۔ مثنوی معنوی یا شاہنامہ فردوسی وغیرہ سب بیانیہ کی روایت میں شامل ہے۔ بیانیہ کی روایت صدیوں کو محیط ہے جو مختلف زبانوں، ملکوں، تہذیبوں اور ثقافتوں پر مبنی ہے۔ اس سے شاعری کی اہمیت کم کرنا نہیں۔ کہانی انسانی ذہن کی سب سے بنیادی ساخت ہے۔ یہ بلا تخصیص زبان، رنگ و نسل سب روایتیں ایک دوسرے کے ساتھ جڑی ہوئی ہونے کے باوجود اپنا ایک الگ تشخص رکھتی ہیں۔

تفاعل کا لفظ انگریزی Interaction کا ترجمہ ہے۔ تفاعل عربی میں فعلی اثر کے معنوں میں لیا جاتا ہے۔ یعنی کسی امر کا مناسب طریقہ عمل جس سے اس امر کا مقصد پورا ہوتا ہے۔ ایک مقدار کے بڑھنے سے دوسری مقدار میں تبدیلی کرنی پڑتی ہو۔ تفاعل کا مطلب فزکس میں ایک شے کا دوسری شے سے تعلق قائم کرنا ہوتا ہے۔ جدید شاعری میں کہانی کا تفاعل کس طرح ممکن ہے۔ گوپی چند نارنگ جدید نظم اور بیانیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"جدید اردو نظم اور بیانیہ میں قطبینیت (Polarization) ہے یعنی جدید نظم ایک سرے پر ہے اور بیانیہ دوسرے سرے پر۔ بالعموم سمجھا جاتا ہے کہ دونوں میں ضد ہے۔ جدید نظم کی سب سے بڑی پہچان اس کا ارتکاز ہے نیز ایجاز، اختصار، تہہ داری اور جامعیت، جبکہ بیانیہ سے وضاحت و صراحت کا تصور ذہن میں آتا ہے یعنی شرح و بسط اور موضوع کی وسعت اور پھیلاؤ کا۔ ان دونوں کے الگ الگ تصور کی اس قطبینیت کی وجہ سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ بالعموم صورتحال یہ ہے کہ جدید نظم کی جو ساخت ہے وہ بیانیہ کی نہیں ہو سکتی اور جو بیانیہ کی ساخت ہے وہ جدید نظم کی نہیں ہو سکتی۔"(4)

جدید نظم کا تعلق تخیل سے ہے جبکہ بیانیہ یعنی نظمیہ کہانی کا تعلق واقعیت، معروضیت اور ٹھوس بنیادوں پر ہے۔ اس میں کہانی کبھی درمیان سے شروع ہوتی ہے اور کبھی آخر پہلے بنا دیا جاتا ہے مگر اس میں کہانی کا ہونا سب سے ضروری ہے۔ یہ نظم طویل اور مختصر دونوں ہو سکتی ہیں۔ اس شعری بیانیہ میں منظر نگاری، واقعیت، جزئیات نگاری، ہم کلامی اور مکالمہ نگاری ملتی ہے۔ اس کے برعکس جدید نظم میں ایمائیت، ابہام، اشارہ، کنایہ، مجازِ مرسل، علامت اور پیکریت ملتی ہے۔ اختر الایمان کی ایک مشہور نظم "ڈاسنہ اسٹیشن کا مسافر" ہے جو نہ بے حد مختصر ہے نہ طویل۔ اس نظم میں کہانی کا بیانیہ ملتا ہے۔ پہلا بند ملاحظہ کیجیے:

کون سا اسٹیشن ہے؟

ڈاسنہ ہے صاحب جی

آپ کو اترنا ہے؟

جی نہیں، نہیں، لیکن (5)

نظم میں مصرعوں کی ابتدا ہی مکالمے سے ہو رہی ہے۔ شاعر یہاں ماضی میں کھویا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ اسے ڈاسنہ کا نام سن کر ماضی میں گزری کچھ باتیں یاد آنے لگتی ہیں۔ مگر ایسی یادیں جن کا تذکرہ وہ سب کے سامنے نہیں کر سکتا۔ اس لیے جب وہ پوچھتا ہے کہ کون سا اسٹیشن ہے؟ تو دوسرا آدمی جواب دیتا ہے کہ ڈاسنہ ہے صاحب۔ کیا آپ کو اترنا ہے؟ فوراً اس نے جواب دیا نہیں، نہیں۔ یہ دو لوگوں کے درمیان مکالمے سے کہانی کا آغاز ہو رہا ہے۔ مطلب یہ کہ کہانی ماضی میں بیتی ہے۔ ضروری نہیں شاعر خود اس کہانی کا حصہ ہو یہ شعری تشکیل بھی ہو سکتی ہے۔

ڈاسنہ تو تھا ہی وہ

میرے ساتھ قیصر تھی

یہ بڑی بڑی آنکھیں

اک تلاش میں کھوئی

ان مصرعوں میں شاعر ماضی میں ڈوبا ہوا ہے کہ یہ تو وہ اسٹیشن ہے جب اس کے ساتھ قیصر تھی اور پھر اسے قیصر کی بڑی بڑی آنکھیں یاد آتی ہیں۔ ان مصرعوں میں تخیل کی آمیزش نظر آتی ہے۔

رات بھر نہیں سوئی

جب میں اس کو پہچانے

اس اجاڑ بستی میں

ساتھ لے کے آیا تھا

وہ سوچتا رہا اس رات جب وہ قیصر کو اس اجاڑ بستی میں چھوڑنے آیا تھا تو وہ ساری رات نہیں سوئی تھی۔ کہانی کے آخر سے کہانی کا آغاز ہوتا ہے۔ سادگی، سلاست اور مکالمہ نگاری ہمیں اس نظم میں ملتی ہے۔

اب نہ دیکھ پاؤں گا

ملک کا یہ بٹوارا

لے گیا کہاں اس کو

ڈیوڑھی کا سناٹا

تقسیم کے دوران ہونے والی جدائی کے المیے کو اختر الایمان نے اس نظم میں بڑی خوبصورتی سے کہانی کے رنگ میں ڈھالا ہے۔ محبوب کی جدائی اور پھر تنہائی کے کائناتی المیے کی تصویر ہمیں دکھائی دیتی ہے۔ اس نظم کے ذریعے ہم ماضی کے دھندلکوں میں کھو جاتے ہیں اور درد، دکھ اور مغایرت کا احساس جنم لیتا ہے۔ اختر الایمان نے روایتی سانچے میں کوئی تبدیلی نہیں کی بلکہ مصرعوں کے ہیر پھیر سے بدلاؤ لائے۔ یہی وجہ ہے کہ اختر الایمان کے دکھ دھرتی سے جڑے ہوئے ہیں۔ دھرتی کا بٹوارا ان کے لیے کسی اذیت سے کم نہ تھا۔ دھرتی کے دکھ اور انسان کا غم باہم مل کر ایک المیے کو جنم دیتے ہیں۔ محمد حسن، اختر الایمان کے موضوعات اور اس سے جنم لینے والی کہانیوں کے بارے میں اپنے مضمون "اختر الایمان" میں لکھتے ہیں:

> "موضوع کے اعتبار سے وقت کے گزرنے کا شدید احساس سب سے زیادہ قابلِ توجہ ہے۔ (مسجد، پرانی فصیل، لغرش، موت، آمادگی) اختر الایمان کے ہاں وقت ایک ناگزیر آندھی ہے جو ہر تصویر پر گرد جماتی چلی جاتی ہے۔ اس کے نزدیک مقدس اور غیر مقدس سب نقش برابر ہیں اور یہ گرد وباد میں آئے ماہ وسال اپنی کہانیاں سنانے کیلئے رہ جاتے ہیں۔(6)

"ڈاسنہ اسٹیشن کے مسافر" نظم میں بھی گزرے ہوئے وقت کا احساس ملتا ہے۔ وہ ماضی میں ہونے والے واقعات اور گزرے وقت کا دکھ اور احساس ملتا ہے۔ وہ ہمیں ماضی میں ہونے والے واقعات کی کہانیاں سناتے ہیں۔ اس نظم میں داخلی ساخت میں یہ سب بیانیہ کا تقاضا ہے۔ اس میں درجہ بدرجہ شعری تقلیب ہوئی اور جو کلائمکس پر پہنچ کر مکمل ہو گئی ہے۔

شعری زبان کی بڑائی اس کی جمالیات اور تاثیر میں ہے۔ موضوع چاہے کتنا بڑا ہی کیوں نہ ہو۔ نظم کرنے کا انداز بے حد اہمیت کا حامل ہوتا ہے کیونکہ لفظ سے لفظ جوڑنے کا عمل آسان نہیں۔ لفظوں کا یہ جڑنا ہی کہانی کے عنصر کو جنم دیتا ہے۔ اور کڑی سے کڑی ملنے سے ہی بیانیے کا تفاعل ایسے سامنے آتا ہے اگر اسے الگ کر دیں تو نظم کا جو دبر قرار نہیں رہ سکتا۔ اختر الایمان کی نظموں کے مجموعے ان کی روح کی داستان سناتے نظر آتے ہیں۔ یہ ایک عجیب اتفاق ہے کہ ان کے مجموعوں کے نام شاعر کی روحانی کشمکش کو بڑی خوبصورتی سے اجاگر کرتے ہیں۔ ان کی گرداب کی نظمیں پڑھ کر آنکھیں بھیگ جاتی ہیں۔ اس کے دکھ ہمیں محرابوں، دیواروں، راستے، چاند اور اوس کے قطروں میں دکھائی دیتے ہیں۔ دنیا میں پائے جانے والے دکھ دھماکوں کی آوازیں، زلزلے کا آنا، تباہی کا ہونا یہ سب دیکھ کر ان کا دل کون کے آنسو روتا ہے اور انہیں سمجھ نہیں آتا کہ کس کس کو دیکھوں کہاں آگے بڑھوں۔ اختر الایمان الجھن میں مبتلا ہیں اور دوسری طرف ان کے ہاں زندگی کا تصور سپاٹ ہے۔ اس سطح پر پہنچ کر شاعر روح اور ذہن کی الجھنوں کے ختم ہونے کے امکان کا ذکر بھی کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ اختر الایمان ایک ایسا شاعر ہے جس کے دل کا آئینہ صاف اور روح حساس ہے۔ جو ان کی شاعری کو عظیم بنانے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

اختر الایمان کی مشہور نظم "ایک لڑکا" ایک طویل نظم ہے۔ طویل نظم میں کہانی کا عنصر لازمی موجود ہوتا ہے۔ اس نظم میں موجود فرد متوسط طبقے کا نوجوان ہے جو دیارِ مشرق کی آبادیوں سے کھیتوں اور آموں کے باغوں میں رہتا تھا۔ اس جگہ سے وہ شہر آتا ہے جہاں کارخانوں کا دھواں ہر وقت

اگلتا رہتا ہے۔ شہر آ کر اس کا ماضی میں رہنا اور اسے یاد کرنا، اس نے جیسے نظموں میں وقت کو قید میں کر لیا۔ ان کی اس نظم میں ہمیں منظر نگاری ملتی ہے۔ اس نظم کو پڑھتے ہوئے پورا منظر نظروں کے سامنے گھوم جاتا ہے۔ پہلا بند دیکھیے:

دیارِ مشرق کی آبادیوں کے اونچے ٹیلوں پر
کبھی آموں کے باغوں میں، کبھی کھیتوں کی مینڈوں پر
کبھی جھیلوں کے پانی میں، کبھی بستی کی گلیوں میں
کبھی کچھ نیم عریاں کم سنوں کی رنگ رلیوں میں
سحر دم، جھٹپٹے کے وقت، راتوں کے اندھیروں میں
کبھی میلوں میں، کبھی ٹاٹک ٹولیوں میں، ان کے ڈیرے میں (7)

اس بند میں پورے گاؤں کا منظر دکھائی دیتا ہے۔ گاؤں کی جھیلوں، دوستوں کے ساتھ رنگ رلیاں منانا، میلوں میں گھومنا، راتوں کو جاگنا، صبح سویرے اٹھنا، آموں کے باغوں میں اور کبھی کھیتوں کے مینڈوں پر چلنا یہ سب منظر ہیں جو شاعر نے جو وقت گاؤں میں گزارا وہ سب اس نظم میں ملتا ہے۔ اس نظم میں شاعر خود اپنی کہانی بیان کر رہا ہے۔

اس نظم کے پہلے بند میں زیادہ تر منظر ہے اور آخر کے مصرعوں میں مکالمہ ملتا ہے۔ دوسرے بند میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر ملتا ہے۔ چوتھا بند اور آخری بند مختصر ہے۔ یہ بند مکالمے پر مبنی ہیں اور ان تمام بیانات کا نچوڑ ہیں اور اس نظم کا اختتام بھی۔

میں اس لڑکے سے کہتا ہوں وہ شعلہ مر چکا جس نے
کبھی چاہا تھا خاشاک دو عالم پھونک ڈالے گا
یہ لڑکا مسکراتا ہے، یہ آہستہ سے کہتا ہے
یہ کذب وافترا ہے، جھوٹ ہے، دیکھو میں زندہ ہوں؟

بظاہر یہ شاعر اور اس کے ہم زاد کے درمیان ہم کلامی ہے۔ دوسرے لفظوں میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ گفتگو راوی اور اس کے ضمیر کے درمیان ہے۔ شاعر اپنے ضمیر کو یقین دلانا چاہتا ہے کہ اس کے اندر جو آگ تھی وہ سرد ہو گئی ہے جس نے کبھی خاشاک دو عالم کو پھونک ڈالنے کا عزم کیا تھا۔ نظم کا مرکزی خیال دراصل ضمیر اور شاعر کے درمیان کش مکش سے جنم لیتا ہے۔ اس نظم میں ایجاز بھی ہے اور جامعیت بھی۔ آخری بند میں جب شاعر کہتا ہے کہ وہ لڑکا تو کب کا مر چکا ہے جس نے کبھی دنیا کو تہ تیغ کرنے کا خواب دیکھا تھا۔ مگر ضمیر اس بات کو جھٹلاتے ہوئے کہتا ہے کہ تم جھوٹ بول رہے ہو۔ دیکھو میں زندہ ہوں۔ یہ سب بیانیہ کا تفاعل ہے جو کہانی کے آخر میں پہنچ کر ظاہر ہوتا ہے۔

نظم میں شاعر یا ہیرو دنیا اور معاملاتِ دنیا کی وجہ سے گاؤں چھوڑتا ہے تو اس لڑکے کو اس کی امیدوں اور آرزو کا کفن دے کر دفنا دیا جاتا ہے۔ وہ مرتا نہیں مگر ہر قدم پر اس کا راستہ روکتا ہے۔ انسان وقت کے ہاتھوں مجبور ہو کر قدم قدم پر سمجھوتے کرتا ہے اور یہی اس کہانی کا المیہ اور تفاعل ہے۔ اختر الایمان ایک غیر معمولی شاعر تھا۔ بنیادی طور پر وہ اسکرپٹ رائٹر تھا۔ وہ کہانی لکھنے کے فن سے بخوبی واقف تھا۔ یہی کہانیاں ہمیں اس کی شاعری میں دکھائی دیتی ہیں۔ یہ نہیں کہ طویل نظموں میں ہی صرف کہانیاں پائی جاتی ہیں بلکہ اس کی مختصر نظمیں بھی کہانی سے بھرپور ہیں۔ ان کی چھ مصرعوں پر مشتمل ایک نظم (بے داد) دیکھیے:

کہیں بھی کندہ نہیں میری آہ میری فغاں

نہ تیرے قہقہے، جھنکار چوڑیوں کی، خرام

نہ سانحے، نہ حوادث، جنھوں نے روحوں کو

لہولہان کیا، آگ میں جلایا تمام

نہ دادخواہ کوئی ہے نہ دادگر کوئی

فضا میں گونج رہا ہے فقط خدا کا نام ٥(8)

اس نظم میں ہمیں آہ و فریاد، قہقہے، چوڑیوں کی جھنکار، خرام، سانحے اور حوادث ملتے ہیں۔ یہ سب ماضی کے واقعات ہیں۔ جہاں حادثوں نے روحوں کو لہولہان کیا۔ نہ کوئی سراہنے والا اور نہ سننے والا بس جو رہ گیا وہ صرف خدا کا نام ہے۔ یہ نظم صیغہ حال میں لکھی گئی ہے۔ یہ سب خدا کا انصاف ہے کہ کسی کو خوشی دی کسی کو غم۔ یہ سب زندگی کے تجربے ہیں جس سے ہر انسان گزرتا ہے۔ مسائل کی ایک زنجیر نظر آتی ہے جس کی کڑی سے کڑی ملتی ہے۔ یہ حالات و واقعات کا ایک ترتیب سے پیش آنا دراصل بیانیہ کا تفاعل ہے۔ اس میں طنز بھی پایا جاتا ہے کہ خدا کے سہارے انسان غم کو سہے جا رہا ہے۔ اختر الایمان کی اس نظم کا مزاج استعاراتی ہے۔ ایک اور مختصر نظم "شیشے کا آدمی" میں دن میں ہونے والے تجربات کو بیان کیا گیا ہے۔

اٹھاؤ ہاتھ کہ دستِ دعا بلند کریں

ہماری عمر کا اک اور دن تمام ہوا

خدا کا شکر بجا لائیں آج کے دن بھی

نہ کوئی واقعہ گزرا نہ کوئی ایسا کام ہوا (9)

اس نظم میں شاعر نے ابتدا ہی دعا سے کی کہ ہمیں ایک دن خیریت سے گزر جانے کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ آج کے دن کوئی واقعہ رونما نہیں ہوا اور نہ ہی کوئی ایسا کام ہوا جس سے ہم دکھی اور پریشان ہوں۔ اس لیے شکر واجب ہے۔ صبح سویرے اٹھے، ناشتہ کیا پیالی چائے کی پی۔ اگلے دن کا

خوف لے کر دوبارہ رات کو بستر پر لیٹ گئے کیونکہ یہ خوف اس لیے کہ آیا ہم دوبارہ اس دنیا کو دیکھ سکیں گے یا نہیں۔ نیند بھی آدھی موت ہوتی ہے۔ یہ زندگی کی روٹین ہے۔

زندگی میں سب کچھ حال ہی ہے۔ وقت کا پہیہ چلتا رہتا ہے۔ وقت کی حرکت سے متحرک اور کہانی چلتی رہتی ہے۔ یہی بیانیہ کا بیج ہے۔ جس کی داخلی ساخت میں نظم قائم ہوتی ہے۔ نظم کے حسن میں تاثیر سے شعری تفاعل جنم لیتا ہے۔ اختر الایمان کی شاعری میں ہمیں بیانیہ کا تفاعل نظر آتا ہے۔ اس کی ایک صورت ہمیں "ڈاسنہ اسٹیشن کا مسافر" میں ملتی ہے جو نیا آہنگ کے بعد کی نظم ہے۔ یہ نظم بے حد خوبصورت اور کرب و نشاط سے لبریز ہے۔ اس میں ہمہ وقت اداسی ملتی ہے۔ اس کے علاوہ ہم ان کی نظمیں یادیں، بنت لمحات، باز آمد، مفاہمت میں یہ کہانی دیکھ سکتے ہیں۔ صرف طویل نظموں میں ہی کہانی نہیں پائی جاتی ان کی مختصر نظمیں بھی بے حد خوبصورت اور اہم ہیں، مثلاً بے داد، بے تعلقی، توکل، گونگی عورت، حسن پرست وغیرہ۔ ہر نظم کی زیریں سطح پر کہانی کا بیانیہ ملے گا۔ اختر الایمان ایک غیر معمولی شاعر ہے جس نے فیض احمد فیض کے دور میں ہوتے ہوئے اپنے لیے ایک الگ جگہ بنائی۔

حوالہ جات

1۔ نارنگ، گوپی چند، فکشن شعریات، سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور، ۲۰۰۹ء، ص ۲۲۵

2۔ www.thoughtco.com, Jackie Craven, update ۱۲ نومبر ۲۰۱۹ء

Narrative- poetry_ ۲ دسمبر ۲۰۲۰ء am ۱۱:۳۳

3۔ وزیر آغا، نظم جدید کی کروٹیں، سنگتپبلیکیشرز، لاہور، ۲۰۱۳ء، ص ۲۳

4۔ نارنگ، گوپی چند، جدید اردو نظم کی شعریات میں کہانی کا تفاعل، ص ۲۴۰

5۔ اختر الایمان، سر و ساماں (ڈاسنہ اسٹیشن کا مسافر)، رخشندہ کتاب گھر، بمبئی، ۱۹۸۳ء، ص ۴۹۸

6۔ محمد حسن، اختر الایمان، مشمولہ جدید اردو شاعری، مرتبہ محمد الیاس کبیر، بیکن بکس، ملتان، ۲۰۱۶ء، ص ۴۱۴

7۔ اختر الایمان، (ایک لڑکا) نظم، ص ۲۹۲،

8۔ اختر الایمان، (بے داد) نظم، ص ۴۰۹

9۔ ایضاً، ص ۴۲۷

References

1- Naarang, Gopichand, "fiction shairiat" Sang e Meel Publications, Lahore 2009,pg 225

2- www.thoughtco.com, Jackie Craven, update, Nov 12, 2019.

- Narrative poetry, 11:33 am, 2nd Dec, 2020

3- Wazeer Agha, " Nazamjadeedkikarwatain". Sangat Publication Lahore, 2013, pg 22.

4- Naarang, Gopichand, " Jadeed Urdu Nazamkishairiat main kahaanikatafaaul" . Pg 220

5- Akhtar ulEman, Sar o Saman " (Dasna station Kamysaafir), RakhshandakitaabGhar, Bombay, 1982, pg 298.

6- Mohammad Hasan, "Akhtar ulEman" mashmoolajadeed Urdu shairi, murtaba Mohammad IlyaasKabeer, Beacon box, Multan, 2016pg 212.

7- Akhtar ulEman, (ekladka) Nazam, pg 209.

8- Akhtar ulEman, (be daad) Nazam, pg 209

9- Ibid pg. 228.